قومی سلامتی پالیسی اور دینی مدارس

مولانا عبدالقدوس محمدی

ان دنوں قومی سلامتی پالیسی اور دینی مدارس کا معاملہ زیر بحث ہے۔ اکثر ذہنوں میں یہ سوال گردش کر رہا ہے کہ آخر مجوزہ قومی سلامتی پالیسی کے عنوان سے مدارس دینیہ کے بارے میں کیا نیا منصوبہ اور عزائم سامنے آ رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لیے پہلے قومی سلامتی پالیسی کے مجوزہ مسودے میں سے بعض اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔ قومی سلامتی پالیسی کی جن شقوں میں دینی مدارس کو زیر بحث لایا گیا وہ درج ذیل ہیں:

شق نمبر 12 ...... مدرسہ بطور ایک تعلیمی ادارے کے، برصغیر اور پاکستان میں طویل تاریخ اور روایت کا حامل ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ سارے مدرسے مسائل پیدا نہیں کرتے، لہٰذا انھیں مجموعی طور پر منفی نکتے سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ مقامی ماحول میں ان میں سے اکثر غیر سرکاری اداروں کے طور پر کام کر رہے ہیں جو ان بچوں کو خوراک اور شیلٹر کی فراہمی میں مصروف ہیں، مہنگی تعلیم نہیں برداشت کر سکتے۔

شق نمبر 13 ...... تاہم کچھ مدارس میں مسائل تھے جنھوں نے انتہا پسندی کو پھیلایا ہے۔ ان مدارس کے کچھ تکلیف دہ پہلو ہیں جو قومی سلامتی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جس میں نامعلوم ذرائع سے مالی اعانت، نفرت انگیز مواد کی تشہیر و تقسیم شامل ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ انھوں نے نہ صرف موجودہ نصاب بلکہ ان میں سے بعض عدم برداشت اور پُر تشدد مذہبی رویوں میں خطرناک صورتِ حال اختیار کر لی ہے۔ ان مدارس کے طلباء کے لیے روزگار میں کم مواقع ہونے کی وجہ سے ان میں مایوسی پھیل جاتی ہے اور ایسے نوجوان تعصب اور تصادم کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے انتہا پسندی جنم لیتی ہے۔ اس سے قبل یہ لڑکوں کے مدارس تک محدود تھا لیکن جامعہ حفصہؓ کے واقعے نے خواتین کے مدارس کو بھی سلامتی کے جائزہ کاروں کی خوردبین نظر کے نیچے لایا ہے۔ یہ مدارس زیادہ تر حکومت کے مقرر کردہ ڈھانچہ کے دائرہ کار سے باہر کام کرتے ہیں۔

شق نمبر 14...... مدارس میں بنیاد پرستی کے مواد کا تصور جس سے دیگر عقائد کی مکمل نفی ہوتی ہے اور فرقہ وارانہ تعلیم معاشرے کو تقسیم کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور معاشرے میں موجودہ تقسیم سے اس کو ہوا دی جارہی ہے۔ کثیر تعداد میں دہشت گرد جو یا تو ان مدارس کے طلباء تھے یا ہیں، جہاں ان کی ریاست کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کے لیے برین واشنگ کی گئی۔ لہٰذا پاکستان میں شدید انتہا پسندی کو پھیلانے میں کسی حکومت کی پالیسی کے لیے مدارس اور مساجد توجہ مرکوز کرنے کا اہم نکتہ ہے۔

اس قومی سلامتی پالیسی میں ذرا آگے جا کر دوبارہ مدارس کو زیر بحث لایا گیا ہے اور لکھا ہے کہ:

شق نمبر 62...... نظامِ مدارس کو ملک کی اندرونی سلامتی کی حدود سے نہیں نکالا جاسکتا۔ تمام مدارس کا تعلق کسی نا کسی مسلک سے ہوتا ہے، ایسا نظر آتا ہے کہ مدارس اپنا اثر ورسوخ بڑھانے کی دوڑ میں لگے ہوتے ہیں۔

شق نمبر 63...... یہ ادارے جو غرباء کو تعلیم اور پناہ فراہم کرنے کے اہم ذرائع ہیں، کو قومی دھارے میں لانے کے لیے رجسٹریشن کرنے کی کوششیں کی گئیں، اب تک کی تمام کوششیں مقداری پہلوؤں تک محدود تھیں۔ ان اداروں کو قومی دھارے میں لانا بہت ضروری ہے تا کہ اس بات کا اہتمام کیا جاسکے کہ مدرسے بیرونی اور زیر زمین فنڈنگ کے ذریعے قائم نہ ہوں......

شق نمبر 64...... ان کے پھیلاؤ کی ایک دوسری وجہ بھی ہے یعنی مدرسوں کے نام پر ملکی اور غیر ملکی ذرائع سے فنڈ اکٹھا کرنا، ملک کے فرقہ وارانہ اور دہشت گرد گروپ اس میں غیر رسمی ذرائع سے فنڈ وصول کرتے ہیں اور آگے منتقل کرتے ہیں۔ دہشت گردوں کی فنڈنگ پر قابو پانا ایک بڑا چیلنج ہے، خاص کر ان مدرسوں میں پڑھایا جانے والا نصاب نوجوانوں کو کام کے لیے تیار نہیں کرتا۔ بینکوں، فیڈرل بورڈ آف ریونیو اور ٹیکس کے محکموں کو شامل کر کے غیر سرکاری تنظیموں اور مدرسوں والی فنڈنگ پر قابو پایا جاسکتا ہے اور ان پر قوانین کا اطلاق کیا جاسکتا ہے تا کہ رقم کے قانونی اور غیر قانونی بہاؤ کے درمیان امتیاز کیا جاسکے۔

قومی سلامتی کی مجوزہ پالیسی کے یہ چند منتخب حصے پڑھنے اور ان پر غور وغوض کرنے سے آدمی کو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دراصل وہی ''پرانے جال اور نئے شکاری'' والا معاملہ ہے یا یوں کہہ لیجیے کہ پرانی شراب قومی سلامتی پالیسی کے خوش نما عنوان اور پُرکشش لیبل والی نئی بوتل میں پیش کی جارہی ہے اور دہشت گردی، انتہا پسندی اور دیگر تمام مسائل کا تمام تر ملبہ اُٹھا کر مدارسِ دینیہ پر ڈالنے اور انھیں ایسے محور ومرکز کے طور پر پیش جارہا ہے جس کے گرد پوری قومی سلامتی پالیسی گردش کرے گی۔ پالیسی مسودہ کے الفاظ میں ''مدارس ومساجد حکومتی پالیسی کے توجہ مرکوز کرنے کا اہم نکتہ ہیں'' سے کسی بڑی سازش کی بو آرہی ہے۔

اس سلامتی پالیسی میں سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ بڑے مبہم انداز سے بار بار ''بعض مدارس، بعض

مدارس'' کی رٹ لگائی جارہی ہے۔ وفاق المدارس کی قیادت ہر فورم پر بار بار کہہ چکی کہ ان بعض مدارس کی نشان دہی کی جائے بلکہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری نے ایک دفعہ ایک ذمے دار حکومتی شخصیت سے کہا کہ ''آپ براہ مہربانی ایسے ایک دو مدارس کی تو نشان دہی کر دیں'' تو وہ کہنے لگے ''ان مدارس کے بارے میں تو ہمیں بھی علم نہیں البتہ ایسے مدارس ہیں ضرور''۔ یوں مبہم انداز سے بات کر کے وفاق المدارس ا پاکستان کے تمام مدارس کو مشکوک بنانے کی سعی کی جاتی ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

جہاں تک دہشت گردی کا مسئلہ ہے تو اس کا جب بہ نظر انصاف جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ تو صدیوں سے ہماری تاریخ کا حصہ ہے لیکن یہ دہشت گردی کے بیج ناقص حکومتی پالیسیوں کے نتیجے میں گزشتہ دو تین عشروں میں بوئے گئے۔ اگر مدرسہ اور دہشت گردی وانتہا پسندی لازم وملزوم ہوتے تو پہلے بھی دہشت گردی ہوتی، اس لیے حکمران اپنی عاقبت نااندیشی پر مبنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنے کے بجائے بار بار لٹھ لے کر مدارسِ دینیہ کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔

ہماری دانست میں مدارس پر ان الزامات کی وہی حیثیت ہے جس طرح اس وقت دنیا بھر میں ہر جرم کا کڑا پاکستان تک لایا جاتا ہے۔ ملائشیا کے جہاز کی گمشدگی کا معاملہ ہو یا ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے، امریکی شکست خوردگی ہو یا ایٹمی اور دیگر مہلک ہتھیاروں کی ترسیل...... ہر معاملے میں امریکا اور اس کے حواری جس طرح پاکستان پر پل پڑتے ہیں اور پاکستانی فوج اور آئی ایس آئی کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں، ہمارے حکمران اور ادارے بھی پاکستان میں دینی مدارس کے ساتھ وہی سلوک روا رکھے ہوئے ہیں۔ تمام تر تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ نائن الیون کے واقعات سے لے کر ملائشیا کے جہاز کی گمشدگی تک کسی واقعے کا پاکستان کے ساتھ کسی بھی اعتبار سے کوئی تعلق واسطہ نہیں لیکن استعماری قوتیں اس کے باوجود پاکستان کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں، یہی حال اور رویہ پاکستان میں دینی مدارس کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے کہ نہ کوئی دلیل نہ کوئی ثبوت، لیکن محض پروپیگنڈے کی بنیاد پر دینی مدارس کو آڑے ہاتھوں لیا جاتا ہے۔ کبھی اجمل قصاب جیسے کسی اکادکا معاملے میں کھینچ تان کر اس واقعے کے ڈانڈے پاکستان سے جوڑ بھی دیئے جائیں تب بھی ہم کندھے اُچکاتے ہوئے ''نان اسٹیٹ ایکٹرز'' کی ایک خوب صورت اصطلاح گھڑ لیتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے جب مدارس دینیہ مجموعی طور پر دہشت گردی کی مذمت کر رہے ہیں اور پاکستان کے لاکھوں بچوں کا قلم کتاب سے اس طرح رشتہ جوڑے ہوئے ہیں کہ اگر مدارس حکومت کے حصے کا یہ بوجھ نہ اُٹھائیں تو یہ لاکھوں طلباء کہاں جائیں؟ اس بارے میں کوئی بھی نہیں سوچتا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مدارس اور مدارس کے طلباء کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں لیکن اگر خدانخواستہ کسی معاملے میں کوئی آدمی اپنی ذاتی حیثیت میں ایسے کسی واقعے میں ملوث پایا بھی جائے تو اسے ''نان اسٹیٹ ایکٹرز'' کی طرح ''نان مدارس ایکٹرز'' قرار دینے کی بجائے قومی

سلامتی پالیسی کے مسودے میں غلط بیانی اور مبالغہ آرائی کی تمام حدود تجاوز کرتے ہوئے یہ درج کیا جاتا ہے کہ ''کثیر تعداد میں دہشت گرد جوان مدارس کے طلباء تھے یا ہیں جہاں ان کی ریاست کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کے لیے برین واشنگ کی گئی'' ایک تو کثیر تعداد کے دہشت گردوں کو مدارس کے کھاتے میں ڈالنا اور ستم بالائے ستم یہ کہ یہ قرار دینا کہ مدارس میں ریاست کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کے لیے ذہن سازی کی گئی۔ مدارس میں ریاست کی حمایت کرکے اور حب الوطنی کے درس دے دے کر ہمارے علماء کے گلے خشک ہوگئے اور مدارس کو تمغہ یہ دیا جارہا ہے کہ مدارس میں ریاست کے خلاف ہتھیار اُٹھانے کے لیے ذہن سازی کی جاتی ہے۔ یادر ہے کہ اگر مدارس میں ایسا ذہن سازی کی جاتی تو آج یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔

قومی سلامتی پالیسی میں بار بار مدارس کی فنڈنگ اور مالیاتی سسٹم کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔ یہ دراصل وہی فارمولا ہے جو قرآن کریم کی سورہ منافقون میں کفار و منافقین کی طرف سے مسجد نبوی میں قائم صفہ کے پہلے مدرسے کو اجاڑنے کے لیے پیش کیا گیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿هم الذين يقولون لاتنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا﴾ یعنی''وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو (دین کے طلباء) لوگ موجود ہیں ان پر خرچ نہ کیا کرو تاکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے منتشر ہوجائیں''۔ اس فارمولے کے جواب میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ﴿ولله خزائن السموات والارض ولكن المنافقين لايفقهون﴾ یعنی''زمین وآسمان کے خزانے اللہ کے لیے ہیں لیکن منافقین اس بات کو نہیں سمجھ پاتے''۔ ہمارے لیے بھی سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جب بھی جرح، سروے اور جاسوسی کرنے والے دینی مدارس میں آتے ہیں تو ان کی سوئی بھی مدارس کے مالیاتی سسٹم پر آکر اٹک جاتی ہے۔ ایک ایسے دور میں جب بنے بنائے ادارے ڈیفالٹر ہورہے ہیں، کرپشن کا دور دورہ ہے، قومی اداروں کو اونے پونے بیچنے کے منصوبے بن رہے ہیں، بجلی گیس سے لے کر پی آئی اے تک ہر طرف خسارہ ہی خسارہ ہے ایسے میں مدارس کا توکل اور دیانت پر قائم مالیاتی سسٹم کسی کو کیوں کر سمجھ آسکتا ہے؟......ایک دفعہ مجھے نیشنل ڈیفنس یونی ورسٹی اسلام آباد میں ایک لیکچر کے لیے جانا ہوا جہاں سول بیوروکریسی اور تمام عسکری اداروں کی ''کریم'' موجود تھی وہاں سوال وجواب کے سیشن میں ایک نوجوان نے یہی سوال پوچھا کہ ''بعض مدارس میں غیر ملکی فنڈنگ ہوتی ہے'' میں نے ان سے کہا کہ ریاست کے پاس تمام وسائل موجود ہیں اور آج کل ہمارے تمام تر جاسوسی سسٹم کا مدارس دینیہ کے گھیراؤ کے سوا اور کوئی کرنے کا کام نہیں۔ براہ مہربانی ایسے کسی مدرسے کی نشان دہی فرمادیں جو دہشت گردی یا منفی مقاصد کے لیے کسی بھی ملک سے امداد لیتا ہو تو وفاق المدارس اس کے خلاف خود ایکشن لے گا، اس پر وہاں پورے ہال میں سناٹا چھا گیا اور نہ اس موقع پر اور نہ ہی بعد میں ایسے کسی ادارے کی طرف اشارہ تک کیا جاسکا۔ اس حوالے سے حقیقی صورتِ حال یہ ہے کہ مدارس دینیہ اپنی حکومت سے امداد نہیں لیتے تو بیرونی

ممالک سے کیا امداد لیں گے بلکہ اب تو کئی برسوں سے یہ ہو رہا ہے کہ تلاشِ معاش کے لیے بیرونِ ملک مقیم پاکستانی مسلمان بھائی اگر مدارس کے ساتھ کبھی کوئی معمولی سا تعاون بھی کر دیں تو ان کے لیے جینا دوبھر کر دیا جاتا ہے۔

مالیاتی سسٹم کے حوالے سے ایک اور چیز کا تذکرہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پالیسی سازوں کی ایک طرف مالیاتی سسٹم پر اتنی حساسیت اور دوسری طرف عملی طور پر یہ ہو رہا ہے کہ وفاق المدارس کی طرف سے مدارس دینیہ کے نام ہدایات جاری کی گئیں کہ الحمدللہ اکثر مدارس کا مالی سسٹم بہت عمدہ ہے لیکن بقیہ مدارس بھی موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق اپنا مالی سسٹم زیادہ سے زیادہ صاف وشفاف اور منظم کرنے کی کوشش کریں اور آڈٹ کروانے کا اہتمام کریں۔ جب ان مدارس نے اس پر کام شروع کیا تو بینکوں نے مدارس کے اکاؤنٹ کھولنے سے اعراض والی روش اپنالی۔ پہلے ''ڈاکومنٹس اور ریکوائرمنٹس'' کے نام پر مدارس دینیہ کے ذمے داران کو بینکوں کے اتنے چکر الگوائے جاتے ہیں کہ وہ تھک ہار کر بیٹھ جائیں لیکن اس کے باوجود اگر کسی ادارے کے ذمے داران جملہ تقاضے پورے بھی کر دیں تو آخر میں تیکھی سی مسکراہٹ کے ساتھ کرسی پر بیٹھے بابو لوگ ہیڈ آفس سے ''اپروَل'' نہ آنے کا عذرِ لنگ کر کے مدارس کا اکاؤنٹ نہیں کھلنے دیتے۔ یہی حال رجسٹریشن کا ہے کہ ایک طرف حکمران ''رجسٹریشن، رجسٹریشن'' کی گردان پڑھتے ہیں لیکن عملی طور پر برسوں بیت جاتے ہیں اور رجسٹریشن کی فائل ایک ٹیبل سے دوسرے ٹیبل تک نہیں پہنچ پاتی۔ ''ویری فکیشن'' کے نام پر مدارس کی منتظمہ کمیٹی کے ممبران کو جس اذیت سے گزارا جاتا ہے اور پھر رجسٹریشن کے دفتری امور بھگتانے کے لیے ادارے کے مدیر اور ناظم کو جو پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اگر قومی سلامتی پالیسی کا مسودہ قلم بند کرنے والے ''اربابِ علم و دانش'' رجسٹریشن کے ایسے دو چار کیسوں کے K2 سر کرنے والوں سے ملاقات کر لیتے تو انھیں یہ گلہ نہ رہتا کہ ''رجسٹریشن کی جتنی کوششیں کی گئیں اب تک وہ تمام کوششیں مقداری پہلوؤں تک محدود رہیں......'' وفاق المدارس بلکہ اتحاد تنظیماتِ مدارس نے حکومت کے ساتھ چھ سات برس پہلے معاہدہ کر کے تمام مدارس کے لیے رجسٹریشن کو لازمی قرار دے رکھا ہے لیکن اپنے دفتری سسٹم کا کیا کریں جہاں فائلوں کو ''پہیوں'' اور صاحب لوگوں کو ''چائے پانی'' کی ضرورت پیش آتی ہے۔ قومی سلامتی کے ذمے داران ذرا ایک نظر ادھر بھی ڈال لیں تو نوازش ہوگی۔

جہاں تک ''نصاب نصاب'' کی مالا جپنے کا تعلق ہے تو یہ بھی دراصل اسی عالمی منصوبے اور ایجنڈے کا حصہ ہے جس کے تحت ہمارے بعض تعلیمی اداروں میں سیکس اور موسیقی کے گر سکھائے جاتے ہوں، جہاں آرٹ کے نام پر بے حیائی کو رواج دیا جاتا ہو، جہاں کو ایجوکیشن سسٹم نے گھروں کے گھر اُجاڑ کر رکھ دیئے ہوں، جہاں نصاب موم کی نک بن کر رہ گیا ہو، جہاں چاروں صوبوں میں الگ الگ نصاب رائج ہو، جہاں تعلیمی اداروں کے نصاب کا اہم ترین اور حساس ترین معاملہ مغرب کے دانے دنکے پر چلنے اور پلنے والی این جی اوز کی بیگمات کے حوالے کر دیا جاتا ہو، جہاں

امریکہ کے اشارے پر نصاب میں سے قرآنی آیات نکال دی جاتی ہوں، جہاں کے وزیر تعلیم کو یہ تک معلوم نہ ہو کہ قرآن کریم کے پارے چالیس ہوتے ہیں یا تیس، وہاں ہر دوسرے دن مدارس دینیہ کے نصاب (جو خالصتاً قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی ہے) کے بارے میں مہم جوئی، منصوبہ بندی اور ہرزہ سرائی کی روش سے اب تو باز آ ہی جانا چاہیے۔ جہاں تک وقت کے تقاضوں کے مطابق نصاب میں مثبت تبدیلیوں کی بات ہے اس سے نہ کبھی انکار کیا گیا اور نہ ہی اس کی مخالفت کی گئی بلکہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی سربراہی میں کام کرنے والی نصابی کمیٹی وقتاً فوقتاً نصاب میں تبدیلیاں کرتی رہتی ہے لیکن خوش نما نعروں کی آڑ میں مدارس کا حلیہ بگاڑنے کی اجازت تو ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

قومی سلامتی پالیسی میں بار بار مدارس دینیہ کو قومی دھارے میں لانے کی بات کی گئی۔ یہ سب سے زیادہ ناقابل فہم بات ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مدارس دینیہ اس وقت حقیقی معنوں میں قومی دھارے میں ہیں۔ جن اداروں میں رنگ نسل اور زبان کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں، جہاں کراچی سے لے کر خیبر تک کے بچے اور نوجوان ایک چھت تلے ایک خاندان کی مانند رہتے اور تعلیم حاصل کرتے ہیں، جن اداروں کے ساتھ ہر ہر معاملے میں لوگوں کا رابطہ اور واسطہ ہے اس کے باوجود انھیں بار بار قومی دھارے میں لانے کے عزائم کا سلیس اردو میں ترجمہ "امریکی اور مغربی دھارے" میں لانے کے عزم کا اظہار ہی ہوسکتا ہے، ورنہ اسلام اور پاکستان کے قومی دھارے میں تو مدارس اور اہلِ مدارس پہلے سے شامل ہیں۔

اس مسودے میں یہ بھی کہا گیا کہ دینی مدارس کا نصاب نوجوانوں کو کام کے لیے تیار نہیں کرتا۔ مدارس نے دینی تعلیم وتہذیب کی حفاظت، اشاعت اور درس وتدریس کے جس کام کا بیڑا اُٹھایا ہے اس میں تو اللہ کا شکر ہے کہ مدارس دینیہ اس حد تک خود کفیل ہیں کہ ایک ایسے دور میں جب ہمارے ملک کے بچے اور نوجوان ڈگریاں ہاتھوں میں تھامے پورا پورا دن غیر ملکی سفارت خانوں کے سامنے قطاروں میں کھڑے نظر آتے ہیں اور بیرون ملک کے تعلیمی ویزے دلوانے والے ادارے ایک مستقل صنعت کی حیثیت اختیار کرگئے ہیں جب کہ ادھر سے دنیا بھر کے کسی غریب سے غریب اور پسماندہ ترین ملک کے باشندوں کے دل میں پاکستان کے اربوں روپے کے بجٹ سے چلنے والی جامعات میں تعلیم وتربیت کے لیے آنے کا خیال نہیں جاگتا، ایسے میں پاکستان کے دینی مدارس کا وہ واحد نظام ہے جو پوری دنیا کے بچوں کے لیے اپنے اندر ایسی کشش رکھتا ہے کہ دنیا کہ ہر ملک کے بچے یہاں دینی تعلیم کے حصول کے لیے آنا چاہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم انھیں جس توہین آمیز اور تذلیل آمیز سلوک سے دوچار کرتے ہیں، ان کے راستے میں روڑے اٹکاتے ہیں اور انھیں مکمل کاغذات ودستاویزات کے باوجود جس طرح گرفتار تک کرلینے سے نہیں چوکتے اس سے وہ مجبوراً انڈیا، برطانیہ اور ساؤتھ افریقا کے مدارس دینیہ کا رُخ کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

اس لیے ہمارے پالیسی تشکیل دینے والوں کو سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ایک اسلامی معاشرے میں اسلامی سروسز مہیا کرنا سب سے اہم اور بنیادی کام ہے اور دینی مدارس نے قوم کی دینی ضروریات کو پورا کرنے کے جس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا ہے اس کام میں نہ لوڈ شیڈنگ ہے اور نہ کسی اور قسم کا مسئلہ...... باقی جس کام کی طرف پالیسی میں اشارہ کیا گیا ان کاموں کی طرف بھی مدارس دینیہ کے فضلاء کی ایک بڑی تعداد رُخ کرتی ہے اور اپنے اپنے شعبے میں کامیابی کے پرچم گاڑتی ہے۔ دارالعلوم کراچی، جامعۃ الرشید، جامعۃ الخیر، جامعہ اشرافیہ، مدارس فاؤنڈیشن سمیت کئی ادارے دینی مدارس کے فضلاء اور طلباء کے لیے کئی منصوبوں پر کام کر رہے ہیں اور دینی مدارس اپنے فضلاء کو زندگی کے تمام شعبوں میں بھیجنے کی ضرورت کا پوری طرح ادراک رکھتے ہیں، اس کے لیے منصوبہ بندی بھی ہو رہی ہے لیکن کسی کی ڈکٹیشن پر دینی مدارس کے پورے سسٹم کو ڈی ریل کرنے کی روش اپنانے کا تو کسی طور پر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قومی سلامتی پالیسی میں فرقہ واریت کا الزام بھی مدارس کے سر تھونپا گیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اختلاف رائے کی حد تک تو درس گاہوں کے اندر صدیوں سے اختلافی مباحث چلتی رہی ہیں اور یہ کسی بھی معاشرے کا حسن اور عقل و شعور کا تقاضا ہے اور محض ان اختلافی مباحث سے کسی قسم کے مسائل کھڑے نہیں ہوتے۔ یہ اختلاف جب مخالفت، فرقہ واریت، تشدد اور قتل و غارت گری کی صورت اختیار کرتا ہے تب یہ بھیانک ہو جاتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اختلاف رائے کو مخالفت، فرقہ واریت اور تشدد و قتل و غارت گری تک لے جانے والے عوامل اور حالات مذہبی نہیں بلکہ سیاسی اور جغرافیائی ہیں اور یہ فرقہ واریت حکمرانوں کی ضرورت، خطے کے بدلتے ہوئے حالات، قرب و جوار میں آنے والے انقلابات اور دیگر وجوہ کی بنا پر پھلی پھولی ہے اس لیے آنکھیں بند کر کے فرقہ واریت کو صرف مدارس کے ساتھ نتھی کرنے کی بجائے اس کی صحیح طرح سے تشخیص کر کے اس کے تدارک کی منصوبہ بندی کی جائے۔

اسی طرح قومی سلامتی پالیسی میں بار بار یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے مدارس دینیہ میں صرف غریب طلباء زیر تعلیم ہیں، یہ تاثر بالکل زمینی حقائق کے منافی ہے، اگر کسی کو توفیق ملے تو وہ اس پر بھی تحقیق کر لے کہ نائن الیون کے بعد کیسے کیسے خاندانوں کے بچوں نے مدارس دینیہ کا رُخ کیا ہے اور مدارس دینیہ کی طرف رجحان میں کس طرح اضافہ ہوا ہے؟ یقین جانیے کہ مدارس دینیہ کی طرف رجحان کی بالکل وہی کیفیت ہے جو مغرب میں اسلام قبول کرنے کے حوالے سے کچھ عرصے سے دیکھنے میں آ رہی ہے۔

ویسے تو پہلے ہی اربابِ مدارس اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اس وقت ملک دشمن سرگرمیوں، جرائم پیشہ عناصر اور ڈاکوؤں لٹیروں اور کرپشن کے بادشاہوں پر اس طرح نظر نہیں رکھی جاتی جس طرح مدارس دینیہ کے ذمے داران کی ہر نشست و برخاست پر کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے، مدارس کے ذمے داران کے فون ٹیپ کیے جاتے ہیں،

''سرکاری لوگوں'' کوٹوپیاں، دستاریں پہنا کر اور ڈاڑھیاں رکھوا کر مدارس اور مذہبی حلقوں میں داخل کیا جاتا ہے لیکن یہ قومی سلامتی پالیسی تو اس سے آگے کے قدم کا اظہار کرتی ہے۔ پالیسی کے الفاظ ملاحظہ کیجیے ''ان مدارس کے طلباء کے لیے روزگار میں کم مواقع ہونے کی وجہ سے ان میں مایوسی پھیل جاتی ہے اور ایسے نوجوان تعصب اور تصادم کا شکار ہو جاتے ہیں جس سے انتہا پسندی جنم لیتی ہے۔ اس سے قبل یہ لڑکوں کے مدارس تک محدود تھا لیکن جامعہ حفصہؓ کے واقعہ نے خواتین کے مدارس کو بھی سلامتی کے جائزہ کاروں کی خوردبین نظر کے نیچے لایا ہے۔ یہ مدارس زیادہ تر حکومت کے مقرر کردہ ڈھانچے کے دائرہ کار سے باہر کام کرتے ہیں۔''

الغرض یہ کہ قومی سلامتی پالیسی کے خوش نما عنوان پر مدارس دینیہ کے نصاب ونظام میں نام نہاد اصلاحات کا جو بیڑا اُٹھایا گیا ہے اس کے بارے میں مولانا فضل الرحمٰن نے اسمبلی فلور پر جو جرات مندانہ اور حقیقت پسندانہ موقف اختیار کیا، ہماری دانست میں وہی ملکی اور قومی خیر خواہی کا تقاضا ہے۔ مولانا نے بالکل بجا فرمایا کہ ''یہ مسلم لیگ ن کا نہیں بلکہ کسی اور کا ایجنڈا ہے۔'' قومی سلامتی ہمیں اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے لیکن قومی سلامتی کے نام پر مدارس دینیہ کے خلاف مذموم ایجنڈے کی تکمیل دراصل اسی طرح کی کوشش ہے جسے اللہ رب العزت نے پہلے پارے میں منافقین کے تذکرے میں فرمایا کہ ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت مچاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح (اصلاحات) کرنے والے ہیں'' اللہ رب العزت فرماتے ہیں ''آگاہ رہو وہ فساد مچانے والے ہیں لیکن وہ اس کا شعور نہیں رکھتے'' یہی حال مدارس دینیہ کے حوالے سے وقفے وقفے سے اٹھنے والے اصلاحات کے شور کا ہے کہ دراصل امریکی اور مغربی مقاصد کی تکمیل کے لیے اس وقت مدرسہ استعمار کا ہدف ہے اور مدرسے کا سسٹم تہہ و بالا کرنے اور اس میں اصلاحات کے نام پر فساد برپا کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں جو کبھی بھی کسی کے لیے قابل قبول اور قابل برداشت نہیں۔

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ملک گیر اجتماعات کی شکل میں رابطہ عوام مہم کے دوران جہاں قوم کو مدارس دینیہ کے کردار و خدمات سے آگاہ کیا جائے گا وہیں ان اجتماعات میں مدارس دینیہ کے حوالے سے پنپنے والی سازشوں، مدارس دینیہ کے خلاف بننے والے منصوبوں کے تانے بانوں اور قومی سلامتی پالیسی کی آڑ میں مدارس دینیہ کے نصاب ونظام کے حوالے سے مہم جوئی، مدارس دینیہ کے مالیاتی سسٹم پر نقب لگانے اور مدارس دینیہ کو قومی دھارے کے نام پر مغربی اور امریکی دھارے میں ڈالنے کی مذموم کوشش کی مذمت کی جائے گی اور اگر خدانخواستہ مدارس دینیہ کے خلاف مہم جوئی کی اس روش کو ترک نہ کیا گیا تو اگلے مرحلے پر احتجاجی تحریک بھی برپا کی جاسکتی ہے۔

☆......☆......☆